ڈاکٹر محمد ریاض ۔ سنٹرل گورنمنٹ کالج اسلام آباد

غالب اور تقلیدِ عرفی

شمس العلما مولانا حالی کی "یادگارِ غالب" اب بھی مطالعۂ غالب کے سلسلے میں ایک اہم تالیف ہے۔ مرزا غالب کے فارسی کلام پر تبصرہ کرنے کے بعد حالی لکھتے ہیں: "ان کا مرتبہ قصیدہ اور غزل میں عرفی اور نظیری کے لگ بھگ اور ظہوری سے بڑھا ہوا، مثنوی میں ظہوری کے لگ بھگ اور عرفی اور نظیری سے بالا اور نثر میں تینوں سے بالاتر ہے"[1] حالی کے اس محاکمے اور تبصرہ پر اظہار خیال کرنے سے پہلے مولانا کے فراہم کردہ موازنے کو ملاحظہ کرنا چاہیے، مگر وہ 'نزارد' کے مترادف ہے اور اس کی بڑی وجہ ذوقِ زمانہ کا خیال رکھنا ہے۔ غالب کی فارسی غزل کے ذکر میں کہ "مرزا کی غزل شعرائے ایران کے کون سے طبقے کی غزل سے مناسبت رکھتی ہے اور ان شعرا اور مرزا کی غزل میں کیا نسبت پائی جاتی ہے؟" حالی نے نظیری نیشاپوری (م - ۱۰۲۱ھ) اور ظہوری ترشیزی (م - ۱۰۲۲ھ) کی ایک ایک غزل سے غالب کی غزل کا موازنہ کیا اور عرفی وغیرہ شعرا کا موازنہ اس لیے نہ پیش کیا کہ ان کے دواوین دست یاب نہ تھے۔ لکھتے ہیں: "اگرچہ مقتضائے عام یہ تھا کہ اس موقع پر مرزا کی چند غزلوں کا موازنہ ان سب لوگوں کی غزلوں کے ساتھ کیا جاتا جن کی غزل پر مرزا نے اپنی غزل، بلکہ اپنی شاعری کی بنیاد رکھی ہے، یعنی عرفی، نظیری، ظہوری اور طالب آملی وغیرہ مگر ..... طبائع کو اس قسم کی تدقیقات سے کچھ دلبستگی بھی معلوم نہیں ہوتی ہے"[2] ظاہر ہے کہ اس زمانے میں صورتِ حال بدل چکی ہے۔ دواوین شعرا دست یاب ہیں اور ایسی تدقیقات سے دلچسپی ایک عام بات ہے۔ اس فرصت میں ہم مختصراً دیکھیں گے کہ سید محمد جمال الدین عرفی شیرازی (م - ۹۹۹ھ) نے غالب کی فارسی شاعری پر کیا اثر ڈالا۔

---

[1] یادگارِ غالب مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور، صفحہ ۵۸۸ -

[2] ایضاً، صفحہ ۲۸۶ -

اور مرزا نے اس کی کس طرح تقلید کی ہے -

غالب نے فارسی زبان اور ایرانی نثر اور شعرا کا کافی تتبع کیا ہے اور اپنی غزلیات کے مقاطع میں ایسے شعرا کا ذکر بھی کر دیا ہے - شیخ سعدی، حافظ شیرازی، عرفی، نظیری، ظہوری، صائب تبریزی اور حزین لاہیجی کا ان کے ہاں خصوصی ذکر ملتا ہے - عرفی کے ذکر کا نمونہ ملاحظہ ہو:

قافیہ غالب چو نیست، پُرس زِ عرفی گر من فرہنگ بود می چہ غمستی[1]

کلیاتِ فارسی کے خاتمے میں غالب نے لکھا ہے: "شیخ علی حزین نے مسکرا کر میری بے راہ روی مجھ کو جتائی - عرفی شیرازی اور طالب آملی کی غضب آلود نگاہ نے، آوارہ اور مطلق العنان پھرنے کا مادہ جو مجھ میں تھا، اس کو فنا کر دیا"..... ایک جگہ کلیاتِ فارسی کے دیباچے میں، البتہ وہ عرفی اور زلالی خوانساری کو خاطر میں نہیں لاتے کہ:

منج شوکتِ عرفی کہ بود شیرازی مشو اسیرِ زلالی کہ بود خوانساری
بہ سومنات خیالم درآی تا بینی روان فروش، بر دوشہای زناری

بہرحال یہ امر واضح ہے کہ عرفی شیرازی غالب کے محبوب شعرا میں سے ہے اور اس کے قصائد و غزلیات نے مرزا کے اسلوب پر اثر ڈالا ہے - نثر میں عرفی نے بظاہر صرف رسالہ "نفسیہ"[2] لکھا ہے اور غالب کی نثری تحریریں کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے یقیناً عرفی کے اس رسالے پر فائق ہیں ہمیں یہاں اشعار سے موازنہ پیش کرنے ہیں کیونکہ یہ بات تقلید شعر کی ہے -

کلیاتِ عرفی کا ابتدائیہ (ضمناً عبدالرحیم خان خاناں کی مدح میں) ہے:

ای داشتہ در سایۂ ہم تیغ و قلم را وی ساختہ آرایش ہم فضل و کرم را
جم مرتبہ دارای زمان کز اثر نطق چو گل ہمگی گوش کند عیذر اصم را
انصاف بدہ بوالفرج و انوری امروز بہر چہ غنیمت نشمارند عدم را
عرفی ہمہ لافی، بدعا تیز قلم شو بشتاب کہ میدان نشود تنگ رقم را[3]

---

[1] کلیات فارسی غالب مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور جلد سوم صفحہ ۳۵۰ -

[2] دیکھیے کلیاتِ عرفی مرتبہ غلام حسین جواہری مطبوعہ طہران مطبوعہ تہران، ۱۳۳۸ھ ش - [3] کلیات عرفی ص ۵، ۸

اسی زمین میں عرفی کی ایک معروف نعت ہے :

اقبالِ کرم می گزد اربابِ ہمم را   ہمت نخورد نیشترِ لا و نعم را
ہر چند کہ در کشمکشِ جاہ و مناصب   گمنام نبودن نا ہے دودۂ ہم را
از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ   آثار پدید است صنادیدِ عجم را
تا گوہرِ آدم نسیم باز بنا ستند   زآبای خود از بہرِ اصحابِ کرم را
دوران کہ بود تا کند آرائشِ مسند   مداحِ شہنشاہِ عرب را و عجم را
آرائشِ ایوانِ نبوت کہ ز تعظیم   خاکِ درِ او اوجِ شرف داد قسم را[1]

مرزا غالب نے بھی بتقلیدِ عرفی دو مختلف قصیدے لکھے ہیں۔ حضرت عباسؓ بن حضرت علیؓ کی منقبت میں ایک قصیدہ کے چند ابیات مندرجہ ذیل ہیں :

آوارۂ غربت نتوان دید صنم را   خواہم کہ دگر بتکدہ سازند حرم را
نادم بہ صنم خانہ کہ شاہانِ جہان جوی   ہم بر درِ آن خانہ گزارند حشم را
سیم و زر و لعل و گہر آن بہ کہ ازین جای   افتادہ بود طالع توفیقِ کرم را
رو ہمت از آن تشنہ جگر جوی کہ از مہر   بر تشنگیِ شاہ فدا ساختہ دم را
عباس علمدار کہ فرجام شکوہش   بازیچۂ طفلان شمرد شوکتِ جم را[2]

غالب کا دوسرا قصیدہ، نواب وزیر محمد خان بہادر کی مدح میں ہے۔ اس طویل قصیدہ کے چند اشعار میں تقلیدِ عرفی کا رنگ ملاحظہ ہو :

اے ذاتِ تو جامعِ صفتِ عدل و کرم را   وی بہ شرفِ ذاتِ تو اجماعِ امم را
صد غوطہ بہ زمزم زدہ از بہرِ طہارت   تا رخصتِ پابوسِ تو دادند قسم را
وقت است کہ این جمع بہر کوچہ و بازار   پرسند زہم منشاءِ رسوائیِ ہم را
در خشم سخاوت نکنی قطع گر از ابر   بیرون نبود برق تقاضای کرم را

---

[1] کلیاتِ عرفی، ص ۱۰۹۔

[2] کلیاتِ فارسی غالب جلد ۲، ص ۷۱

آہنگ ودعا چنگ ودفی وعود نخواہد | ابریشم این ساز کنم نال قلم را
تا چرخ کشد محمل برجیس، بقا باد | تو اب فلک محمل برجیس شیم را[ل۹]

عرفی کا ایک ذو مطلع قصیدہ بڑا معروف ہے اور اس کے انتخابات ہماری بعض یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی شامل ہیں۔ اس قصیدے میں عرفی نے بڑی قادر الکلامی کا ثبوت دے کر اپنی روایتی خودستائی کے علاوہ بعض حقائق ومعارف جمع کر دیے ہیں۔ چند ابیات ملاحظہ فرمائیں:

رفتم ای غم زدر عمر شتابان رفتم | ہاں شتاب ار طلبی ہست زمن ہان رفتم
مشتاب ای غم دنیا کہ بگردم نرسی | بکن از دور وداعم کہ شتابان رفتم
ایہا الناس بگوئید مبارک بادم | کز صنم خانۂ تن، در حرم جان رفتم
الوداع ای من دردی کش بیہوشی دوست | کاینک از خویش بہ بوی می رہبان رفتم

تجدید مطلع ہے:

از در دوست چگویم بچہ عنوان رفتم | ہمہ شوق آمدہ بودم، ہمہ حرمان رفتم
این ہمہ رفتم ورفتم کہ شمردم عرفی | بتقاضای ردیف از پی بہتان رفتم
داورا، دوش بدوش قدر اندر رہ عمر | با ثنای تو و نفرین حسودان رفتم
راہ بی حد ثنای تو سپردم این راہ | نیست راہی کہ توان گفت بہ پایان رفتم
راہ نفرین حسودان تو رفتم لیکن | آن نیرزد کہ بگویم بچہ عنوان رفتم[ل۲]

اس قصیدہ کے تتبع میں غالب کا ایک زوردار قصیدہ ہے جس میں بادشاہ اودھ نصیر الدین حیدر کی مدح کی گئی ہے: "در مدح شاہ جنت مکان، نصیر الدین حیدر، سلیمان جاہ پادشاہ اودھ"۔ غالب نے تجدید مطلع تو نہیں کیا، مگر عرفی کی زمین پہ خوب قدم زنی فرمائی اور داد سخن دی ہے۔ چند منتخب ابیات ہیں:

گر بسنبل کدۂ روضۂ رضوان رفتم | ہوس زلف ترا سلسلہ جنبان رفتم

[ل۱] کلیات فارسی غالب جلد ۲، ص ۱۷۰۔

[ل۲] کلیات عرفی، ص ۱۲۳ بہ بعد۔

کارفرمائیِ شوق تو قیامت آورد   مُردم و باز بایجادِ دل و جان رفتم
حالم از کثرتِ خونابہ فشانی دریاب   کہ بتاراجِ جگر کاوی مژگان رفتم
نتوان منّتِ جاوید گوارہ کردن   ہمچنان تشنہ زسرچشمۂ حیوان رفتم
پائی پُرآبلہ ذوقِ سفر افزود مرا   راہ بیدای بلا از بنِ دندان رفتم
حالِ من بنگر و از عاقبتِ کارمپرس   عمر خود گشتم و در غصّہ بہ پایان رفتم
سعی در بابِ رہائی نبود غیر فنا   دودِ آہی شدم، از روزنِ زندان رفتم
چہرہ اندودہ بگرد و مژہ آغشتہ بخون   خود گواہم کہ ز دہلی بجبہ عنوان رفتم
گاہ از دلبرۂ نازشِ جادو رقمی   سخن خود شدم و تا بہ صفاہان رفتم
از جفای فلک آہنگ تظلم کردم   بدر بارگہ خسروِ کیہان رفتم
شاہ جمجاہ کہ دولت بدرش ناصیہ سات   ہمچو دولت بدرش ناصیہ سایان رفتم[1]

حکیم خاقانی شروانی (م - ۵۹۵ھ) کے ایک معروف قصیدہ کا مطلع ہے:

صبح دم چوں کلّہ بند دآہِ دود آسای من   چوں شفق در خون نشیند چشم شب پیمای من

کئی متاخر شعرا نے اس وزن اور زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔ عرفی شیرازی نے ایک قصیدہ میں خاقانی کے تقلید کی داد دی ہے مگر ہم یہاں مقابلے اور موازنے کی خاطر اشعار نقل نہیں کرسکتے۔ عرفی باندازِ فخریہ فرماتے ہیں:

دودمانِ عشق را از من گرامی تر نزاد   جوہر من کرد روشن گوہر آبای من
نازشِ سعدی بمشتِ خاکِ شیراز از چہ بود   گر نبود آگہ کہ گردد مولد و ماوای من[2]

غالب کا ایک قصیدہ عرفی کے تقلید و تتبع میں کہا گیا ہے۔ دو شعر ملاحظہ ہوں:

زان نمی ترسم کہ گردد قعرِ دوزخ جای من   وای گر باشد ہمیں امروزِ من فردای من
رند در دآشام غالب نام در ساقی گری   بادۂ مشک و گلاب افزود در صہبای من[3]

---

[1] کلیاتِ فارسی غالب جلد دوم ص ۱۱۲،   [2] کلیاتِ عرفی ص ۱۷۱۔
[3] کلیاتِ فارسی غالب ج ۲، ص ۱۷۷۔

قصائد کی تقلید کے ذکر میں اب ہم آخری مثال پر آتے ہیں۔ عرفی کا "حکم و نصائح و پندیات" کا حامل ایک قصیدہ بے حد مشہور ہے اور کئی شعرا (از انجملہ علامہ اقبال) نے اس کی تقلید کی ہے۔ اس ذو مطلع قصیدہ کے منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:

زخود گر دیدہ بربندی چگویم کام جان بینی   ہمان کز اشتیاق دیدنش، زادی ہمان بینی
خرد در آدمی و آنگہ تو شان قد و رخ سنجی   ہما در آشیان و آنگہ تو فر آشیان بینی
سر روحانیان داری ولی خود را ندیدستی   بخواب خود در آ تا قبلۂ روحانیان بینی
غزل پردازم اینک از دو بیت خود دو مصرع را   کنم مطلع کہ حسن آفتاب از فرقدان بینی
بوعظ اندر شو از راہ غزل عرفی ترنم بس   در شیون زن آخر مردن خود چون عیان بینی
شعار ملتِ اسلامیان بگذار اگر خواہی   کہ در دیر مغان آئی و اسرار نہان بینی
بدام اندر کشیدند اہل معنی طائر دولت   تو در زیر درختان ہمچو طفلان آشیان بینی
در آ در پردۂ بینش کہ مدہوشان حیرت را   فروغ دیدۂ سر عورت دوشیزگان بینی
تو خیر اندیش خلقی، پس چنین باید دعای تو   کہ یا رب آنچہ بہر خلق اندیشی، ہمان بینی
نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی   حدی را تیز تر می خوان چو محمل را گران بینی[1]

اس کی تقلید میں غالب کا مذہبی ضریحیہ قصیدہ ہے جس کا مطلع واحد ہے۔ یہ قصیدہ غالب کی مہارتِ فن اور ان کے لطیف مذہبی احساسات کا مظہر ہے۔ ہم بغرض مقابلہ، عرفی کے مقولہ اشعار کے برابر امثلہ نقل کرتے ہیں:

بیا در کربلا تا آن ستمکش کاروان بینی   کہ در وی آدم آل عبا رض را ساربان بینی
نباشد کاروان را بعد غارت رخت و کالائی   ز بار غم بود گر ناقہ را محمل گران بینی
زمینی کش چو فرسائی قدم بر آسمان سائی   زمینی کش چو گردی پا بغرق فرقدان بینی
علم بنگر بخاک رہگذار افتادہ گر خواہی   کہ بر روی زمین پیدا نشانِ کہکشان بینی
چہ دندان در جگر افشردہ باشی کاندران وادی   حسین رض ابن علی رض را در شمار کشتگان بینی
نیاری گرد ران کوشی کہ پایش در رکاب آری   نہ بینی گر خود آن خواہی کہ دستش بر عنان بینی

---

[1] کلیات عرفی ص ۲۱۱

گراز آہن بود گو باش غم بگدازد آہن را — سنان را ہم زبیتابی چو مژگان خونچکان بینی
بود تا تکیہ گاہ ناز آمرزش پژوہان را — ضریحی سوی ہند از خاک آن مشہد روان بینی
ضیائی زان زیارتگاہ برروی زمین بارد — کہ خاک لکھنؤ را مردم چشم جہان بینی[1]

قصیدہ کے بعد اب غزل کی باری ہے۔ اس صنف میں بھی غالب نے عرفی کی طرف توجہ کی ہے۔ عرفی کی ایک غزل کا مطلع ہے:

مدار صحبت ما بر حدیث زیر لبی است — کہ اہل حرص عوام اند و گفتگو عربی است

یہ غزل خواجہ حافظ کی ایک دلآویز غزل کے جواب میں ہے اور دیگر شعرا (جیسے جامی اور اقبال) نے بھی اس کے جوابات لکھے ہیں۔ قابل نظر نکتہ یہ ہے کہ غالب کا جواب عرفی سے اقرب اور بظاہر اسی کی غزل کے جواب میں ہے۔ عرفی نے کہا تھا:

کہ لاف حسن ادب زد بگو بہ بزم مغان — بیا کہ آینہ در دست شیشہ حلبی است
اگر بہ دختر رز دین و دل برافشانم — ملامتم نکند کس، جوانی و عذبی است
بآسمان و زمین چشم ناز کودکی است — صلاح کار ہمین ترک مدعا طلبی است
قدم برون منہ از جہل و با افلاطون شو — کہ گر میانہ گزینی، سراب تشنہ لبی است
قبول خاطر معشوق شرط دیدار ست — بحکم شوق تماشا مکن کہ بی ادبی است
نگویمت بکر عامیانہ میگویم — بہوش باش کہ انکار کیش بولہبی است[2]

غالب نے کہا:

ظہور بخشش حق را ذریعہ بی سببی است — وگرنہ شرم گنہ در شمار بی ادبی است
زگیر و دار چہ غم چون بعالمیکہ منم — ہنوز قصہ حلاج حرف زیر لبی است
بود بطالع ما آفتاب تحت الارض — فروغ صبح ازل در شراب نیم شبی است
عبودیت نہ کند اقتضائی خواہش کام — دعا بصیغہ امر است، وامر بی ادبی است

---

[1] کلیات فارسی غالب ج ۲، ص ۳۲۷۔

[2] کلیات عرفی، ص ۲۹۴۔

بالتفات نیرزم درآرزو چہ نزاع — نشاطِ خاطرِ مفلس زکیمیا طلبی است[1]

ایک اور غزل کا انتخاب موازنے کی خاطر درج کیا جارہا ہے۔ ہمارے خیال میں ان ہی دو فارسی غزلوں میں غالب نے عرفی کا اثر قبول کیا ہے اور بس۔

عرفی :

آن شیوۂ کہ غارتگر صد قافلہ جان نیست — در سلسلۂ حسن تو آش نام و نشان نیست
بی لطفیش از ترک ستم کشتہ یقینم — این تلخی جان کندنم از تیر و کمان نیست
در روزِ جزا دستِ شہیدانِ محبت — دستی است کہ گیرندۂ دامانِ عنان نیست
دل صاحبِ دردی است کہ ملت شیون — با آہ خراشیدہ دل ما ہمبیان نیست
زنہار بجز گر ہمہ سنگی بفروشند — آن گوہر نایاب کہ در ہیچ دکان نیست
نومید مشو عرفی و افگندہ عنان باش — ہر چند کہ از کعبۂ مقصود نشان نیست[2]

غالب :

دل بردن ازین شیوہ عیانست و عیان نیست — دانی کہ مرا بر تو گمان است و گمان نیست
قربانِ تو بر جانِ من و کارِ من از تو — بی پردہ بہر پردہ روانست و روان نیست
داغیم ز گلشن کہ بہارست و بقا ہیچ — شادیم بگلخن کہ خزانست و خزان نیست
پہلو بشگافید و بہ بینید دلم را — تا چند بگویم کہ چنانست و چنان نیست
غالب ہمہ نظارگی خویش توان بود — زین پردہ برون آ کہ چنانست و چنان نیست[3]

آخری غزل میں جزوی مماثلت پائی جاتی ہے۔ غالب کی مثنویاں اور فارسی نثر، عرفی کی مثنویوں اور نثرِ فارسی کے واحد رسالے کے سبک سے متاثر نظر نہیں آتی ۔۔ مولانا حالی نے فرمایا تھا کہ قصیدہ اور غزل میں غالب، عرفی کے لگ بھگ ہیں جن قصائد اور غزلیات کے مختصر نمونے پیش کیے گئے، ان کے مطابق مولانا کی اس رائے سے اختلاف کرنا مشکل ہے ۔ امید ہے کہ قارئینِ کرام

۱؎ کلیاتِ غالب ج ۳، ص ۱۱۱ ،

۲؎ کلیاتِ عرفی ۳۱۸

۳؎ کلیاتِ غالب ج ۳، ص ۹۱ -

عرفی اور غالب کے دواوین سے ان پورے نمونوں کو مقائسہ و مقابلہ کرکے ہمارے ہمنوا ہو جائیں گے
کیونکہ بقول بیدل :

ہرکس اینجا ازمقام وحالِ خود گوید خبر — از زبانم حرفِ او گر بشنوی باور مکن

عرفی اور غالب کے ہاں کئی مضامین و معانی مشترک ہیں مگر ضروری نہیں کہ اس معاملے میں بھی غالب، عرفی کے مقلد ہوں۔ بہرحال یہ گزارش اس کی مظہر ہے کہ غالب نے ایرانی نژاد شعراء میں نظیری اور ظہوری کے بعد عرفی کی غالباً دوسرے شعراسے زیادہ تقلید کی ہے۔

الفہرست

(از محمد بن اسحٰق ابن ندیم ورّاق — اردو ترجمہ: جناب محمد اسحٰق بھٹی)

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید، نزولِ قرآن، جمع قرآن اور اس کے قراء، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علم نحو، منطق، فلسفہ، ریاضی، حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعتِ کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیونکر عالم وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے اُن کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں —— ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور فاضل مترجم نے جگہ جگہ ضروری حواشی بھی دیے ہیں جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات : ۹۱۴ — قیمت : ۲۲/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ : ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور